محمد الیاس میراں پوری

امیر المومنین حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

اسلام دین فطرت ہے۔اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس پر جب کوئی کڑا وقت آیا تو اللہ کا کوئی نہ کوئی برگزیدہ بندہ سر ہتھیلی پر رکھ کر اس کی حفاظت کیلئے میدانِ عمل میں نکل آیا۔نہ اسے سیم و زر کا لالچ نہ شہرت کی بھوک.......... ایسے لوگوں کے مدنظر ایک ہی مقصد، ایک ہی نصب العین اور ایک مشن ہوتا ہے کہ کسی طرح اللہ کے دین کی سربلندی کی کوشش کی جائے۔پھر راستے میں مصائب وشدائد اور طعن وتشنیع کے پہاڑ کتنے ہی ٹوٹیں، وہ ان مردانِ حق کا حوصلہ نہیں توڑ سکتے۔

برصغیر کی تاریخ میں، ایسی ہی ایک شخصیت مجاہد کبیر، مرد حریت، امیر المومنین حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی ہے۔آپ کا شمار امتِ مرحومہ کے محسنین، مصلحین اور مجددین میں ہوتا ہے۔یہ ان کی قربانی اور ان کے سرفروش رفقاء کے ایثار کا نتیجہ ہے کہ آج جنوبی ایشیاء میں مسلمانوں کا ایک آزاد ملک نصف صدی سے زائد عرصہ سے عقیدہ وعمل کی آزادی کی علامت بنا ہوا ہے۔

پیدائش : سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ ۶ صفر ۱۲۰۱ھ (۲۹ نومبر ۱۷۸۶ء) کو پیر کے دن ''رائے بریلی'' (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔

تعلیم: جب سید صاحبؒ کی عمر چار سال، چار ماہ اور چار دن ہوئی تو شرفاء ہند کے معمول کے مطابق آپ کو مکتب میں بٹھایا گیا۔خاندان کا سب سے بڑا سرمایہ یا علم و دین تھا یا پھر ذکر وسلوک کی دولت.......... سید صاحبؒ کی طبیعت تحصیل علم کی رسمی ترتیب کی طرف مائل نہ ہوئی۔تین سال تک برابر مکتب جاتے رہے لیکن اس مدت میں قرآن پاک کی چند سورتیں حفظ کر سکے۔اور مفرد حروف کے سوا کچھ بھی لکھنا نہ آیا۔لیکن یہ بات حد درجہ تعجب انگیز ہے کہ فارسی بخوبی سیکھ گئے اور اس میں بے تکلف بات چیت کر لیتے تھے۔عربی میں اتنی مہارت پیدا کر لی تھی کہ ''مشکوٰۃ المصابیح'' کا مطالعہ بطور خود کر لیتے تھے۔حافظؔ، بیدلؔ اور بعض دوسرے شعراء کے اشعار آپ کو یاد تھے۔شاہ عبدالعزیزؒ تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا ''ان کو تعلّم سے پڑھنا نہ آئے گا۔بلکہ علم لدنی (باطنی علم) حاصل ہوگا''۔

مردانہ کھیلوں کا شوق: فاضل جلیل مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں: ''آپ کو بچپن سے کھیلوں کا بڑا شوق تھا، خصوصاً مردانہ اور سپاہیانہ کھیلوں کا بڑا شوق تھا، کبڈی بڑے شوق سے کھیلتے۔اکثر لڑکوں کو دو گروہوں میں تقسیم

کر دیتے اور ایک گروہ دوسرے گروہ کے قلعہ پر حملہ کرتا۔ بستی کے ہم عمر لڑکوں سے ایک ''لشکر اسلام'' نامی گروہ مرتب کرتے۔ تمام لڑکے اس کے تحت جمع کرتے۔ بطور جہاد بہ آواز بلند تکبیریں کہتے ہوئے ایک فرضی ''لشکر کفار'' پر حملے کیا کرتے تھے اور ''وہ مارا''، ''یہ فتح ہوا'' جیسی صدائیں ''لشکر اسلام'' سے بلند ہوتی تھیں''۔

جذبہ جہاد: سید صاحبؒ خود فرماتے ہیں کہ عہد طفلی ہی سے یہ بات میرے دل میں جم گئی تھی کہ میں کافروں میں جہاد کروں گا اور اکثر اس کا اظہار ہوتا رہتا۔ تمام اقرباء میرے ان الفاظ پر متعجب ہوتے۔ بعض کہتے کہ یہ بچپن کی اٹکھیلیاں ہیں، بعض نے بار بار یہی سنا تو خیال کیا کہ ممکن ہے یہ سچ کہتا ہو۔ صرف والدہ ماجدہ میرے اس دعوے کو لفظ بہ لفظ درست سمجھتی تھیں۔ آخر ایک روز بعض اقرباء جمع تھے۔ عام دستوں کے مطابق انہوں نے ''دیوانِ حافظ'' سے فال نکالی تو یہ شعر نکلا ؎

تیغے کہ آسانش از فیضِ خود دہد آب
تنہا جہاں بگیرد بے منت سپاہی

ترجمہ: ''ایسی تلوار کہ جس کی دھار کو انقلاب زمانہ خود تیز کیا کریں، وہ افواج وعساکر کے بغیر ہی، دنیا کو زیر کر لیتی ہے''

ایک بڑھیا پاس بیٹھی تھی، اس نے شعر کا ترجمہ سنا تو بولی انہیں (یعنی سید صاحب کو) واقعی سپاہ کی حاجت نہ ہوگی۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ جب سید صاحبؒ ہندوستان سے ہجرت کر کے جہاد کے جذبے سے سرشار ہو کر سرحد جا رہے تھے تو کابل میں بعض اصحاب کو ان کے رفقاء اور اسباب حرب وضرب کی قلت پر سخت تعجب ہوا تھا۔ انہوں نے بھی ''دیوان حافظ'' سے فال نکالی تو یہی شعر نکلا۔

سفر لکھنؤ و دہلی: سید صاحب جوان ہوئے تو والد گرامی کا انتقال ہو گیا۔ حالات کا تقاضا تھا کہ آپ ذمہ دارانہ زندگی میں قدم رکھیں اور معاش کی فکر کریں۔ آپ سترہ سال کی عمر میں اپنے سات عزیزوں کے ساتھ لکھنؤ چلے گئے۔ لکھنؤ، رائے بریلی سے انچاس (۴۹) میل ہے۔ لکھنؤ پہنچ کر سب ساتھی روزگار کی تلاش میں ادھر اُدھر پھرنے لگے مگر روزگار عنقا تھا۔ سید صاحبؒ لکھنؤ سے دہلی چلے گئے۔ وہاں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحبؒ نے مصافحہ ومعانقہ فرمایا، اپنے برابر بٹھایا اور دریافت کیا ''کہاں سے تشریف لائے؟'' آپ نے فرمایا ''رائے بریلی سے'' فرمایا ''کس خاندان سے ہیں؟'' کہا ''وہاں کے سادات میں شمار ہوتا ہے'' فرمایا: ''سید ابوسعید صاحب اور سید نعمان صاحب سے واقف ہیں؟''۔ سید صاحبؒ نے فرمایا: ''سید ابوسعید صاحب میرے نانا اور سید نعمان صاحب میرے حقیقی چچا ہیں''۔ شاہ صاحبؒ نے دوبارہ مصافحہ ومعانقہ فرمایا۔ اور پوچھا ''کس غرض کیلئے اتنے

طویل سفر کی تکلیف برداشت کی؟''۔سید صاحبؒ نے فرمایا:''آپ کی ذات مبارک کوغنیمت سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی طلب کیلئے یہاں پہنچا''۔شاہ صاحبؒ نے فرمایا''اللہ کا فضل اگر شامل حال ہےتو خاندان کی میراث تمہیں ضرور مل جائے گی''۔اس وقت آپ نے ایک خادم کی طرف اشارہ فرمایا:''سید صاحب کو بھائی مولوی عبدالقادر صاحبؒ کے ہاں پہنچا دو،ان کا ہاتھ اُن کے ہاتھ دے کر کہنا کہ اس عزیز مہمان کی قدر کریں اوران کی خدمت میں کوتاہی نہ کریں۔چنانچہ سید صاحبؒ،شاہ عبدالقادر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اکبرآبادی مسجد میں رہنے لگے۔سید صاحبؒ حسب ارشاد اکبرآبادی مسجد میں شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی صحبت میں رہے۔یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ آپ کو اس مبارک خاندان کے دونوں بزرگوں سے استفادہ کا موقع ملا۔

سید صاحبؒ نے ولی اللہی خاندان کے زیر تربیت رہ کر اسلام کی تبلیغی محنت کو جس انداز اور جس طریقے سے سمجھا اور اپنایا وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔لوگوں کے عقائد ونظریات،جو کچھ سے کچھ ہو چکے تھے۔قوم جہالت اور شرک کے دلدلی ماحول میں پھنس چکی تھی،سید صاحبؒ جس علاقے میں جاتے،پوری بستی آپ کے ساتھ ہوجاتی۔آپ کے ہاتھ پر چالیس لاکھ شرابیوں اور زانیوں نے توبہ کی۔آپ کے وعظ کرنے کا اثر یہ تھا کہ جو کوئی سنتا وہ دھاڑیں مار مار کر روتا۔

نکاح کی ترویج: اس وقت بنگال میں کثرت سے رواج تھا کہ پہلا نکاح تو ماں باپ کر دیتے تھے۔اس کے بعد جس کا جی چاہتا،کسی عورت کو اپنے گھر رکھ لیتا۔اوراس سے بغیر عقد و نکاح کے ازدواجی تعلقات قائم کر لیتا۔آپ نے بنگال کا رخ فرمایا تو چند جید علماء اس خدمت کیلئے متعین ہوئے کہ بیعت کے بعد سو سو، پچاس پچاس آدمیوں کو الگ بٹھا کر ان کے حالات دریافت کرتے۔جس عورت یا مرد کے تعلقات بغیر نکاح کے ہوتے اور وہ دونوں وہاں موجود ہوتے تو ان کا نکاح پڑھا دیا جاتا۔اگر دونوں میں سے کوئی ایک غیر حاضر ہوتا،اس کو طلب کر کے اس کا نکاح پڑھا دیا جاتا۔اگر اس کی حاضری ممکن نہ ہوتی تو سخت تاکید کی جاتی کہ جلد اس فرض کو ادا کیا جائے۔سید صاحبؒ کے اس کارنامے کا یہ فائدہ ہوا کہ لوگ زنا سے بچ گئے۔

خلاف شرع لوگوں کا مقاطعہ: برادریوں اور خاندانوں کے چودھریوں اور سرداروں نے اپنے اپنے کنبے،خاندان میں اعلان کر دیا کہ جس نے سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور شرعی پابندی اختیار نہیں کی اس سے برادرانہ تعلقات منقطع ہیں۔ہمیں اس سے اور اسے ہم سے کوئی سروکار نہیں۔اس اعلان پر اس قدر ہجوم اور دین کا ایسا رواج عام اور شریعت وسنت کا ایسا عروج ہوا کہ چہار دانگ عالم میں سید صاحبؒ کا نام گونجنے لگا۔

شراب کی کساد بازاری: سید صاحبؒ کی کلکتہ میں آمد سے قبل شراب کھلے عام فروخت ہوتی تھی،کوئی روکنے

ٹوکنے والا نہیں تھا۔ سید صاحبؒ کی آمد سے اہل کلکتہ نے اس ''ام الخبائث'' سے چھٹکارا حاصل کرلیا۔ شراب کی دوکانوں کا یہ حال تھا کہ یک لخت شراب بکنی موقوف ہوگئی دکانداروں نے جاکر سرکار انگریزی میں اس کا شکوہ کیا کہ ہم لوگ سرکاری محصول بلا عذر ادا کرتے ہیں اور دکانیں ہماری بند ہیں، جب سے ایک بزرگ اپنے قافلے کے ساتھ اس شہر میں آئے ہیں شہر اور دیہات کے تمام مسلمان ان کے مرید ہوگئے ہیں اور اس میں روز افزوں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ مذکورہ بزرگ نے تمام نشہ آور چیزوں سے توبہ کرائی ہے۔ اب ہماری تجارت کا یہ حال ہے کہ ہماری دکانوں کے قریب سے بھی کوئی نہیں گزرتا۔

بے پردگی کا انسداد : سید صاحبؒ کی کلکتہ میں آمد سے قبل وہاں پردہ کا کوئی رواج نہیں تھا۔ امراء اور تجار کے نوکر چاکر بے تکلف مالک کے گھر میں چلے جاتے تھے اور جو چیز دینی ہوتی ان کو دے آتے تھے، جو لینی ہوتی تھی، لاتے تھے۔ عورتیں ان سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔ سید صاحبؒ نے لوگوں کو پردہ کرنے کے شرعی احکام سے آگاہ کیا، ان سے وعدہ لیا کہ پردہ کا مکمل اہتمام کریں گے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کلکتہ میں پردہ کا عام رواج ہوگیا۔ کوئی عورت بغیر پردہ کے نظر نہ آتی تھی۔

سید صاحب کی تحریک : امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک ''جماعت مجاہدین'' احیائے دین اور احیائے خلافت راشدہ کی باوقار منظم اور جذبۂ حریت سے بھرپور تھی۔

سید صاحبؒ نے جب یہ تحریک تشکیل دی تو آپ کو معلوم ہوا کہ پنجاب پر راجہ رنجیت سنگھ کی حکومت ہے اور اس نے مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر کے رکھی ہے، قتل و غارت گری بام عروج تک پہنچ چکی ہے، مساجد کی بے حرمتی روز کا معمول بن چکا ہے، لاہور کی بادشاہی مسجد کو گھوڑوں کا اصطبل بنا دیا گیا ہے، ان حالات کو جاننے کیلئے سید صاحبؒ نے اپنے ہونہار شاگرد مولانا شاہ اسماعیل دہلویؒ کو حکم دیا کہ جاکر معلوم کر کے آؤ کہ واقعی راجہ رنجیت سنگھ نے مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ مولانا شاہ اسماعیل دہلویؒ نے سات ماہ تک مختلف علاقوں کا دورہ کیا۔ آپ نے دیکھا کہ راجہ رنجیت سنگھ کی فوجوں نے بادشاہی مسجد کو گھوڑوں کا اصطبل بنا دیا ہے، شراب کھلے عام فروخت ہورہی ہے، نوجوان مسلمان بچیوں کی عزتوں پر حملہ کیا جارہا ہے۔ مولانا شاہ اسماعیل دہلویؒ نے اپنے مرشد و مربی امیر المومنین سید احمد شہیدؒ کو ان سنگین حالات و واقعات کے بارے میں بتایا تو انہوں نے اعلان جہاد کر دیا۔ اس وقت مسلمانوں پر افسردگی و بے چارگی طاری تھی۔ ان کے درمیان حکمرانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ہنگامہ بلاخیز برپا تھا۔ یہاں تک کہ جہاد کی عظمت و حرمت کے اندازہ شناس بھی بہت کم لوگ تھے۔ اکثریت اس کے نام ہی سے ہراساں اور گریزاں تھی۔ سید صاحب کے اعلانِ جہاد کا مقصد و مدعا حصول آزادی اور غیر اسلامی و غیر اخلاقی رسومات کا خاتمہ تھا۔

آپ تبلیغ کیلئے کسی مادی معاوضے یا دنیوی منفعت کے کبھی طلب گار نہ ہوئے۔ جب مجاہدین کی یہ جاں نثار و جانباز جماعت فتوحات حاصل کرتی چلی گئی تو راجہ رنجیت سنگھ نے بذریعہ قاصد، سید صاحبؒ کو پیغام بھیجا کہ "سید احمد! مزید پیش قدمی نہ کرو، آدھی سلطنت لے لو لیکن آگے نہ بڑھو"۔ سید صاحبؒ نے شیر کی طرح للکارتے ہوئے دلیرانہ جواب دیا: "راجہ رنجیت سنگھ! میں اقتدار کے لالچ کیلئے یہاں تک نہیں آیا بلکہ میں قوم کو تیرے ظلم و ستم سے نجات دلانے کیلئے آیا ہوں"۔

رزم گاہ بالاکوٹ: جذبہ جہاد سے سرشار یہ جماعتِ مجاہدین اپریل ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ پہنچی، بالاکوٹ، ضلع ہزارہ کی تحصیل مانسہرہ کا مشہور قصبہ ہے، اور تحصیل کے شمالی و مشرقی گوشے میں وادی کاغان کے جنوبی دہانے پر پاسبان کی حیثیت میں کھڑا ہے۔ سید صاحبؒ جب بالاکوٹ پہنچے تو سکھوں کا لشکر دریائے کنہار پر بالاکوٹ سے دو اڑھائی کوس جنوب میں نیچے تھا، جب سکھوں کا لشکر اوپر کی طرف آیا تو ادھر سے غازیوں نے اپنے اپنے ہتھیار لے کر ان کا تعاقب کیا۔ اس جھڑپ میں دشمنوں کا بہت سا جانی نقصان ہوا۔ جو لوگ بچے وہ پہاڑ کے دامن میں چھپ گئے۔ پہاڑ کے اوپر لشکر کا سکھ افسر شیر سنگھ بیٹھا تھا، اس نے اپنی فوج کی پسپائی دیکھی تو کہنے لگا، "ارے سکھو! کہاں بھاگتے ہو؟ لاہور دور ہے"۔ اس وقت سکھوں کے ترم نواز (ایک ساز کا نام) نے ترم بجایا اور اس کی آواز میں کچھ کہا، اس کی آواز سنتے ہی جو سکھ بھاگ کر پہاڑ کے دامن میں چلے گئے تھے، وہیں سے مجاہدین اسلام پر فائرنگ کرنے لگے۔ اس وقت کچھ غازی تو ان کے مقابلے میں رہے، باقی سب میدان کارزار میں سید صاحبؒ کو تلاش کرنے لگے جو دشمنان اسلام سے پنجہ آزمائی کیلئے اکیلے ہی سکھوں کے لشکر میں گھس گئے تھے، ان کی عدم موجودگی ان کے ممتاز شاگرد مولانا شاہ اسماعیل دہلویؒ نے مجاہدین کو منظم کر کے سکھوں پر تابڑ توڑ حملے کرنے لگے، جس سے سکھ فوج حیران و پریشان ہو گئی۔

سید صاحبؒ کی شہادت: سید صاحبؒ کی شہادت کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں، کچھ مورخین نے لکھا ہے کہ سید صاحبؒ جب سکھوں کی فوج میں پنجہ آزمائی کیلئے چلے گئے تھے تو لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کیا، جبکہ کچھ مورخین کا خیال ہے کہ لشکر کفار نے شب خون مار کر سجدے کی حالت میں، گردن قلم کر کے شہید کر دیا۔ یہ واقعہ ۲ رمئی ۱۸۳۱ء کا ہے۔ سید صاحبؒ کی شہادت کے بعد دست بدست لڑائی شروع ہو گئی۔

شاہ اسماعیل دھلویؒ کی شہادت اور ایک واقعہ: شاہ اسماعیل دہلوی شمشیر بکف چار دن تک سکھوں کا مقابلہ کرتے اور دشمن فوجوں کو ناکوں چنے چبواتے رہے۔ دوران جنگ کسی بدبخت ازلی نے نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کر دی، شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اس خبیث کو للکارتے ہوئے کہا کہ خدا کی قسم! اس وقت تک نہیں مروں گا، جب تک تیری گردن نہ کاٹ دوں، وہ آدمی خوف زدہ ہو گیا۔ کتب ثقہ کی روایت ہے کہ جب اللہ کا کوئی

برگزیدہ بندہ قسم کھالیتا ہےتو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔شاہ صاحبؒ اس شاتم رسول کے تعاقب میں تھے کہ عقب سے ایک دشمن فوجی نے زبردست وار کر کے انہیں شدید زخمی کر دیا۔حضرت شاہ صاحبؒ نے گہرے زخم کی پرواہ کئے بغیر برق رفتاری سے آگے بڑھ کر اپنی تلوار پوری قوت سے شاتم رسول کے سینے میں اتار دی،وہ چکرا کر گرا اور جہنم واصل ہو گیا،پھر شاہ صاحبؒ بھی اس دشمن رسول کے اوپر گرے اور شہید ہو گئے۔یہ ۶رمئی ۱۸۳۱ء کا دن تھا۔

سید صاحبؒ کا مدفن: سید صاحبؒ چونکہ شرک و بدعات اور رسم و رواج کے خلاف تھے،انہیں خدشہ تھا کہ لوگ کہیں ان کی قبر پر دوسرے بزرگان دین کی قبروں کی طرح اُن پر ہوتا ہوا شرک نہ شروع کر دیں۔آپ نے اللہ تعالیٰ نے دعا کی تھی کہ یا اللہ! میرے مدفن کو اس گناہ سے بچانا۔آپ کا سر دریائے کنہار کے ایک طرف دفن ہے اور دھڑ دریا کے دوسرے کنارے پر دفن ہے۔

پاکستان کے معروف شاعر جناب علیم ناصری اپنی تخلیق ''شاہنامہ بالاکوٹ'' میں سرزمینِ بالاکوٹ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں............

جہاں باطل کو حق سے برسر پیکار ہونا ہے　　نصیبِ خاکِ بالاکوٹ کو بیدار ہونا ہے
جہاں ذروں کو اٹھ کر مہرِ عالم تاب بننا ہے　　جہاں قطروں کو مٹ کر،گوہر نایاب بننا ہے
جہاں جذب وجنوں کا اک جہاں تعمیر ہونا ہے　　جہاں کی ظلمتوں کو مرکزِ تنویر ہونا ہے
جہاں کے سنگریزوں کو گلستانوں میں ڈھلنا ہے　　جہاں سے کارواں کو پھر نئی راہوں پہ چلنا ہے

شہدائے بالاکوٹ کا پیغام: شہداء بالاکوٹ نے امت مرحومہ کو یہ پیغام دیا کہ............

ہم ایک ایسے خطۂ زمین کے حصول کیلئے جدوجہد کرتے رہے،جہاں ہم اللہ کی منشا اور اسلام کے قانون کے مطابق آزادی کی زندگی گزار سکیں،جہاں ہم دنیا کو عظمت کا قائل کر سکیں،جہاں نفس و شیطان حاکم و سلطان اور رسم و رواج کے بجائے خالص اللہ کی حکومت واطاعت ہو۔مخلوق میں خالق کا نظام چلا کر دنیا میں حقیقی امن قائم کیا جائے،اس دنیا میں قرآن کی حکومت ہو،اسلام کی حیثیت مسافر کی سی نہ ہو،یہی شہدائے بالاکوٹ کا پیغام اور یہی امت مرحومہ کی کامیابی کی نوید ہے۔

بنا کر دند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

❁ ❁ ❁

محسن اقبال

سقوطِ کابل، سقوطِ غرناطہ اور سقوطِ ڈھاکہ سے بڑا المیہ ثابت ہوگا

اسامہ بن لادن کا نچ کے جرنیل نہیں مرد آہن ہیں

کیوبا کے قید خانے میں القاعدہ کے قیدی زندہ جنتی ہیں

سب باتوں کو ریکارڈ کررہے ہیں، وقت آنے پر قرآن اور سنت کے مطابق فیصلہ ہوگا

ہمارے پاس ایک انچ زمین بھی ہوئی تو اس پر اللہ کا قانون نافذ ہوگا

امیر المؤمنین ملا **محمد عمر مجاہد** کا روزنامہ پاکستان سے انٹرویو

افغانستان میں دہشت گردی کے خاتمے کیلئے امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے اسامہ بن لادن، ملا عمر اور القاعدہ کے نیٹ ورک کے خاتمے کیلئے ''انفینیٹ جسٹس'' کے نام سے جو آپریشن شروع کیا تھا، وہ گزشتہ چھ ماہ سے جاری ہے۔اب اس کا دائرہ کار افغانستان سے پاکستان تک پہنچ چکا ہے۔گزشتہ کئی ماہ سے طالبان حکومت کے امیر المؤمنین ملا محمد عمر کا کوئی اتا پتا نہیں، روزنامہ ''پاکستان'' نے تقریباً تین ماہ قبل ایک سوال نامہ طالبان کے قریبی ذرائع سے افغانستان روانہ کیا تھا اور بالآخر طویل مسافتیں طے کرتے ہوئے ''پاکستان'' کی طرف سے ملا محمد عمر کو بھیجے گئے سوالوں کے جوابات تحریری طور پر موصول ہوگئے۔یہ جوابات ایک خط کی صورت میں پہنچے ہیں جو ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔اس خط اور جوابات کی تفصیل نذر قارئین ہے۔

میری خواہش تھی کہ آپ جیسے درد دل رکھنے والے مسلمان سے ہم خود ملیں، لیکن فی الحال یہ ممکن نہیں ہوسکتا، میری طرف سے آپ کے سوالوں کا جواب ہمارے دوست کی وساطت سے ملے گا۔اس کا ثبوت صرف اللہ کے پاس ہے کہ یہ جوابات میری طرف سے ہیں۔

افغانستان میں آگ اور خون کا کھیل جاری ہے اور جاری رہے گا۔کیونکہ ابلیس کے کارندے امریکہ کے ساتھ چالیس سے زائد ممالک کی شیطانی قوتوں نے مل کر غریب ترین علاقے کو تباہ کردیا ہے۔آپ جلد ہی ان شاء اللہ ہماری طرف سے اچھی خبریں سنیں گے۔

تاریخ گواہ ہے کہ نہتے مسلمانوں کو ہلاک کرنے کیلئے جتنا بارود افغانستان میں استعمال ہوا ہے اور کہیں نہیں ہوا۔کوئی بھی خدا کا بندہ امریکہ سے نہیں پوچھتا کہ اس نے کس گناہ کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں مسلمان افغان عوام ان

کے بچوں، عورتوں اور جوانوں کو خطرناک بمباری سے ہلاک کیا۔ اللہ کی مدد سے ان شاء اللہ ہم لوگ سب باتوں کو ریکارڈ کرتے رہے ہیں، پھر وقت آنے پر ان شاء اللہ قرآن وسنت کے مطابق تمام اقدام کریں گے اور فیصلہ ہوگا۔ اس وقت دنیا کی کسی عدالت میں ہمارا مقدمہ داخل نہیں ہوا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی عدالت میں ہمارا مقدمہ داخل ہو چکا ہے۔

اس وقت دنیا میں کوئی امریکہ اور اس کے ساتھیوں سے نہیں پوچھتا کہ افغانستان پر اتنا ظلم کیوں کیا جا رہا ہے، لیکن اس کی سزا نہ صرف امریکہ بلکہ اس کے اتحادیوں کو بھی ملے گی (ان شاء اللہ) کیونکہ اللہ کی عدالت میں انصاف ہوتا ہے اور مکافات کا عمل شروع ہو چکا ہے اور سب سے پہلے آپ لوگ اس زد میں ہیں۔

مسلم اُمہ نے جو پالیسی بنائی اور جہاں کھڑا ہونا پسند کیا، اس کا نتیجہ مسلم امہ کو بھگتنا پڑے گا۔ ساری مسلم دنیا کا دفاع وسلامتی اور اقتصادی و جغرافیائی سرحدیں غیر محفوظ ہو چکی ہیں۔ امریکہ مکمل طور پر مسلم امہ میں داخل ہو چکا ہے۔ طالبان کی حکومت کا خاتمہ دراصل مسلم امہ کا خاتمہ ہے۔ یہ خالص صلیبی جنگ ہے، خلافت عثمانیہ کو بھی یہود ونصاریٰ نے ختم کیا ہے۔ طالبان کی وقتی طور پر پسپائی اندرونی و بیرونی غداروں اور وطن فروشوں کی وجہ سے ہوئی ہے۔ یاد رکھو! سقوطِ کابل، سقوطِ غرناطہ اور سقوطِ ڈھاکہ سے بڑا المیہ ثابت ہوگا۔ یہ آئندہ کیلئے آنے والے بہت سے سانحوں اور سقوطوں کا پیش خیمہ ہے۔ آپ ہماری فکر چھوڑیں ہم نے اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا ہے۔ آپ کو اپنی فکر کرنی چاہیے، بش اور واجپائی ایک ہی زبان بولتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے (آمین) آپ کے سامنے توحید کے پروانوں پر کارپٹ بمباری کی گئی۔ افسوس مسلمان اس وقت منظم نہیں ہیں۔ تیل کی طاقت اور امریکی بنکوں میں ڈالروں کے ڈھیر کے باوجود مسلمان کمزور ہیں۔ مسلم امہ ناکارہ ہو چکی ہے اور اپنی آزادانہ سوچ، اسلامی حمیت اور دینی غیرت سے عاری ہے۔ امریکہ پاکستان سے اپنا کام لے چکا ہے اور اب وہ جو آپ کے ساتھ سلوک کرے گا وہ آپ کو پتہ چل جائے گا۔'

بش نے کہا یہ صلیبی جنگ ہے، ہم نے کہا کہ ہمیں یہ جنگ قبول ہے اور اب جب تک امریکی تہذیب جس کو وہ محفوظ کرنا چاہتا ہے وہ تباہ نہیں ہو جاتی، یہ جنگ کسی نہ کسی طور پر یا صورت میں جاری رہے گی۔ (ان شاء اللہ)

دنیا دیکھ چکی ہے کہ پانچ سال تک افغانستان میں کوئی خانہ جنگی نہ تھی۔ اسلامی قوانین کے ذریعے جرائم پر قابو پایا جا چکا تھا۔ امن وامان کی بہترین صورت حال تھی۔ منشیات کا مکمل خاتمہ تھا، بیرونی قرضہ بھی نہ تھا ہم اس سے بالکل بے نیاز تھے، سادگی اور قناعت سے کامیاب حکومت چل رہی تھی۔ ہم آج بھی بش اور بلیئر اینڈ کمپنی کو متنبہ کرتے ہیں کہ تہذیب وثقافت کی لڑائی جنگی ہتھیاروں سے نہیں اخلاقی قوت سے لڑی جاتی ہے اور چونکہ آپ کی تہذیب کی اخلاقی اقدار اور روایات قانون فطرت کے خلاف ہیں، اس لئے مکمل تباہی اور شکست بالآخر ان کا مقدر بنے گی۔